جمیل الرحمٰن
سکالر پی ایچ۔ڈی اردو
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

احمد ندیم قاسمی کے غیر مطبوعہ خطوط
(تدوین و حواشی)

Ahmad Nadeem Qasmi is renowned literary personality of our age. His poetry and fiction writings have left everlasting impressions on Urdu Literature. In this article, his unpublished letters are given to assist all those critics and researchers who are making progress to understand Qasmi in all aspects.

احمد ندیم قاسمی اور دوسری علمی، ادبی شخصیات کے مکاتیب کا ایک ذخیرہ لوگوں کے پاس موجود ہے۔ جو بعض وجوہات کی بنا پر قارئین تک نہیں پہنچ پائے۔ ان خطوط کی تلاش بجائے خود ایک دلچسپ مشغلہ ہے کیوں کہ ان خطوط سے علمی، ادبی اور ذاتی نوعیت کے معاملات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ 'ندیم شناسی' پر کام کرنے والوں کو قاسمی صاحب کے آنکھوں سے اوجھل خطوط تک رسائی حاصل کرنا ہنوز باقی ہے۔ اس مضمون میں دیے جانے والے تیرہ خطوط کے مخاطب حضرو ضلع اٹک کی معروف علمی، ادبی شخصیت راشد علی زئی ہیں۔ راشد علی زئی کے والد محترم خواجہ محمد خاں اسد مرحوم نے حضرو (اٹک) جیسے چھوٹے سے قصبے میں تشنگانِ علم کی علمی پیاس بجھانے کے لیے "میرا کتب خانہ" کے نام سے تحقیقی کتب خانے کی بنیاد ڈالی۔ اس علمی پودے کی پرداخت کے پس منظر میں ہفت روزہ "حضرو" نے لکھا ہے:

> "راشد علی زئی کے والد گرامی خواجہ محمد اسد کو بچپن سے ہی کتابیں پڑھنے اور جمع کرنے کا شوق ہوا۔ انھیں بزرگوں سے کچھ کتابیں اور قلمی مخطوطات ورثے میں ملے تھے۔ اس متاع کو انھوں نے اس طرح سینے سے لگایا کہ کبھی خود سے جدا نہ کیا۔ ان کے اشتیاق کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۳۲ء میں انھوں نے مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ایک معروف کتاب "نشر الطیب" کا اشتہار کہیں دیکھا تو فوراً مولانا کی

خدمت میں ایک چٹھی لکھی کہ یہ کتاب مجھے عنایت فرمائی جائے۔مولانا موصوف نے ان کے اشتیاق کے پیش نظر وہ کتاب اپنے دستخطوں کے ساتھ بطور ہدیہ روانہ کی۔ یہ ''میرا کتب خانہ'' کی ابتدائی کتابوں میں اب بھی موجود ہے۔سفرِ ہند نے ان کے ذوقِ کتب خانہ کو اور بڑھایا۔انھوں نے سید سلیمان ندوی کے خالص علمی اور ادبی کتب خانے کو بہت پسند کیا اور وہاں سے لوٹتے ہی اسی طرز پر کتب خانہ کی بنیاد ڈالی۔ اس کتب خانے کے لیے معروف محقق مولانا غلام رسول مہر نے ''میرا کتب خانہ'' کا نام تجویز فرمایا۔اس کے بعد ساری زندگی خواجہ محمد اسدؔ نے کتب خانے کے فروغ اور حفاظت کے لیے وقف کر دی۔۔۔۔۔اردو رسائل کا ایک کمیاب ذخیرہ ان کے کتب خانہ میں موجود ہے۔بعض رسائل تو نایاب ہو چکے ہیں۔ان اردو رسائل میں الہلال (کلکتہ)، مخزن (لاہور)، الامداد (تھانہ بھون)، دین و دنیا (دہلی)، پیشوا (دہلی)، آج کل (دہلی)، خطیب (دہلی)، (لکھنو)، اشاعتِ اسلام (لاہور) صوفی (منڈی بہاءالدین)، ساقی (دہلی) وغیرہ شامل ہیں'' (۱)

خواجہ محمد اسد خاں جیسے سادہ دل بندے کے ہاتھوں بنیاد پڑنے والے کتب خانے سے کئی قد آور شخصیات نے استفادہ کیا۔ان زائرین میں سید سلیمان ندوی، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا ظفر علی خان، مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی، مولانا غلام اللہ خان، ڈاکٹر غلام جیلانی برق، پروفیسر غلام ربانی عزیز، علامہ سید عبدالقدوس ہاشمی، ڈاکٹر محمد ایوب قادری، غلام محمد نذر صابری، ڈاکٹر محمد صغیر حسین معصومی، ڈاکٹر سید صفدر حسین، پروفیسر منظور الحق صدیقی، افضل پرویز، ڈاکٹر رحیم بخش شاہین، ڈاکٹر اشرف الحسینی اور ڈاکٹر صابر کلوروی وغیرہ کے نام شامل ہیں۔(۲)

یہ کتب خانہ علمی میراث کی شکل میں راشد علی زئی کے حصے میں آیا۔راشد علی زئی نے نہ صرف اس علمی اثاثے کو محفوظ رکھا بلکہ اپنی نگاہِ جستجو سے نایاب علمی، ادبی کتب کی تلاش جاری رکھی۔محققین، ناقدین، اساتذہ اور طلبہ تحقیقی وسائل کی دستیابی کے لیے ''میرا کتب خانہ'' سے رجوع کرتے ہیں۔خواجہ محمد اسد خاں کی طرح راشد علی زئی نے بھی مشاہیر سے مکاتبت کا سلسلہ جاری رکھا۔احمد ندیم قاسمی کے جو خطوط راشد علی زئی کو لکھے گئے ان کا مرکزی موضوع میرا کتب خانہ، خواجہ اسد خان اور راشد علی زئی کی ذات کے گرد گھومنے والے استفسارات ہیں۔خطوط کا اسلوب سادگی، روانی، خلوص اور ہمدردی کے جذبات سے معمور ہے۔(۱)

احمد ندیم قاسمی

مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۸۱ء

عزیز مکرم! دُعا

آپ کا اطلاع نامہ تو مل گیا تھا (۱) مگر بدقسمتی سے ۲۱ اگست کو راول پنڈی میں تھا۔ وہاں اعزازات تقسیم کی تقریب تھی سو مجھے ۱۹ اگست کو وہاں جانا پڑا (۲) پھر ۲۲ کو میں وہیں سے اپنے گاؤں (۳) چلا گیا اور وہاں سے ۲۷۔۲۸ کو واپسی ہوئی۔ واپسی پر ہی آپ کا خط پڑا ملا۔ افسوس کہ میں لاہور میں آپ کے والدگرامی کو خدا حافظ نہ کہہ سکا اور نہ یہ عرض کر سکا کہ مکہ و مدینہ میں میرے لیے دعا فرمائیے گا۔ (۴) وہ مجھ سے بڑی شفقت سے پیش آتے ہیں اس لیے مجھے یقین ہے کہ وہ ارضِ مقدس میں بھی مجھے یاد رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں خیریت سے واپس لائے۔ انھیں خط لکھئے گا تو میری مجبوری کا ذکر فرما دیجئے گا۔ شکریہ

دعا گو

احمد ندیم قاسمی

(۲)

مجلس ترقی ادب

کلب روڈ، لاہور

مورخہ ۱۲۷ کتوبر ۱۹۸۳ء

عزیز مکرم! دُعا

میں نے محترم اسد صاحب کے انتقال (۵) پر ایک مفصل عریضہ آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ معلوم ہوتا ہے وہ اسی طرح آپ تک نہیں پہنچا جیسے آپ کے اس کرم نامے سے پہلے مجھے آپ کا کوئی مکتوب نہیں ملا۔ نہ جانے سب کہاں غائب ہو گئے؟ مجھے قطعی علم نہ تھا کہ آپ کسی پرچے کا اسد نمبر مرتب کر رہے ہیں (۶)۔ مرحوم کی یاد کو زندہ رکھنا چاہیے۔ میں اس نمبر کے لیے ضرور لکھتا مگر مجھ تک تو کوئی اطلاع ہی نہیں پہنچ پاتی۔ بہرحال اب کہئے کہ میں مرحوم کی شخصیت کے مختصر تاثرات کب تک روانہ کروں؟ وقت ہوا تو ضرور لکھوں گا۔ انشاءاللہ

دعا گو

احمد ندیم قاسمی

(۳)

مجلس ترقی ادب

کلب روڈ، لاہور

مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۴ء

محبِ عزیز! دُعا

آپ تشریف لائے مگر بدقسمتی سے آپ سے ملاقات نہ ہوسکی۔ آپ کی غایت دل سے ممنون ہوں (۷)۔ اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے! میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ میں جس پیاری شخصیت کا عکس ہے وہ مجھے بہت عزیز ہے۔ مرحوم (۸) مجھے اکثر یاد آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں فردوس میں اعلیٰ مقامات دیتے ہوں گے۔ مجھے یقین ہے۔ کبھی ادھر آنا ہوا تو حضرو ضرور حاضر ہوں گا۔

''کتب خانہ'' کا کیا عالم ہے؟ (۹)

دعا کے ساتھ۔

مخلص

احمد ندیم قاسمی

(۴)

مجلس ترقی ادب

کلب روڈ، لاہور

مورخہ ۲۴ جون ۱۹۸۵ء

عزیز مکرم! سلام مسنون

آپ سے اس قدر شرمندہ ہوں کہ بیان نہیں کرسکتا۔ آپ اتنی محبت اور اپنائیت سے خط لکھتے ہیں اور مجھے رسید تک بھجوانے کی توفیق نہیں ہوتی۔ دراصل عمر کے ساتھ ساتھ مصروفیت بھی بڑھ رہی ہے۔ نتیجہ یہ کہ ضروری کام بھی رہ جاتے ہیں اور فضولیات میں وقت کٹ جاتا ہے۔ امید ہے آپ مجھے معاف کر دیں گے۔ آپ کا یہ اندازہ سراسر غلط ہے کہ میں ایک ''عام آدمی'' کو جواب دینا اپنے شایانِ شان نہیں سمجھتا (۱۰)۔ میں خود ایک عام آدمی ہوں اور مجھے اس پر فخر ہے۔ عام آدمی تو میرا محبوب ہے۔ خدا خواص سے محفوظ رکھے۔ آپ کی وہاں حضرو میں کیا مصروفیات ہیں؟ کیا مرحوم اسد صاحب کی ''میری لائبریری'' قائم ہے؟ (۱۱) تاک میں ہوں کہ ادھر سے گزروں تو حضرو ضرور آنکلوں۔ آؤں گا تو آپ کو مطلع کر کے آؤں گا۔ ایک بار پھر بروقت جواب عرض نہ کرسکنے کی معذرت!

دعا گو

احمد ندیم قاسمی

(۵)

مجلس ترقی ادب

کلب روڈ لاہور

مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۸۸ء

عزیزم مکرم! سلام مسنون

آپ کا خط ملا۔ آپ سے شرمندہ ہوں (۱۲)۔ دراصل اس عمر میں انسان اپنے آپ کو بے وجہ اور بے مقصد مصروف رکھنے کی کوشش میں کچھ بھی نہیں کر سکتا اور مسلسل کوتاہیوں کا مرتکب ہوتا رہتا ہے۔ یہ ارتکاب اسے اعصاب زدہ بھی بنا دیتا ہے چنانچہ یہی میرا المیہ ہے۔ مجھے معاف کر دیجیے۔ شکریہ

جی ہاں میں چھے برس تک روزنامہ ''امروز'' کا مدیر رہا ہوں۔ مارچ ۱۹۵۳ء سے اپریل ۱۹۵۹ء تک جب ''امروز'' پر ایوبی مارشل لاء کے قبضے کے بعد میں مستعفی ہو گیا تھا۔ میرے دورِ ادارت میں راجہ غلام حسین مرحوم (۱۳) کے ایک بہت قریبی عزیز راجہ غلام احمد مزمل صاحب ''امروز'' میں مضامین لکھتے رہے اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے راجہ غلام حسین مرحوم ان کا خاص موضوع تھے ان کا ایک صاحبزادہ ان کی وفات کے بعد بھی مجھ سے ملتا رہا۔ وہ فارغ التحصیل ہو کر محکمہ انسداد ملیریا میں ملازم ہو گیا۔ پھر نہ جانے کہاں گیا کہ ملاقات نہ ہو سکی۔ وہ بہت خوددار قسم کا نوجوان تھا۔ نہ جانے وہ اب کہاں ہے؟

''امروز'' کے چھے برس کے فائلوں کے مطالعے بجائے دفتر ''امروز'' میں دفتری کے پاس مطبوعہ مضامین کے عنوانات کی فہرست تاریخ وار موجود ہوتی ہے۔ اس سے اگر وہ واقعی موجود ہو، ان مضامین کا سراغ لگایا جا سکتا ہے (۱۴)۔ ایک بار پھر معذرت!

خیر اندیش

احمد ندیم قاسمی (۶)

صحیفہ
مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور
مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۸۹ء

عزیز مکرم راشد علی زئی صاحب: سلام مسنون

دعا ہے آپ بہ خیریت ہوں گے اور میری کوتاہیوں کو معاف کر چکے ہوں گے (۱۵) یہ بھی دعا ہے کہ مرحوم کرم فرما کا ''میرا کتب خانہ'' نہ صرف محفوظ ہوگا بلکہ آپ لوگ اس میں اضافے بھی کر رہے ہوں گے اور پڑھے لکھے لوگوں کے استفادے کا سامان بھی کر رکھا ہوگا۔ میں بہ صحت ہوں۔ بوڑھا ہو گیا ہوں (۱۶) مگر بفضلہٖ تندرست ہوں۔ دعا کے ساتھ۔

مخلص

احمد ندیم قاسمی

(۷)

مجلس ترقی ادب
کلب روڈ لاہور
مورخہ ۱۱، اکتوبر ۱۹۹۳ء

عزیز مکرم!

آپ کا خط مل چکا ہے۔ مصروفیتوں نے فوری جواب کی مہلت نہ دی۔ آپ نے جس محبت سے یاد کیا ہے اس کے لیے بے حد ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے اور آسودہ اور صحت مند رکھے۔ افسوس ہوا کہ آپ ملیریا میں مبتلا رہے۔ یہ بخار تو جسمانی قوت نچوڑ لیتا ہے۔ خدا کرے اب تک آپ کی صحت بحال ہو چکی ہو۔ منصورہ بیٹی شکر گزار ہیں اور سلام کہتی ہیں (۱۷) عزیزی قاسم گاؤں گیا ہوا ہے (۱۸) واپس آیا تو آپ کے سلام پہنچا دوں گا۔ ویسے اس کے پاؤں کا ناپ بھجوانے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اس معاملے میں خود کفیل ہے۔ (۱۹) مضمون کا خاکہ تیار کر لیا ہے مگر باقاعدگی سے لکھنا شروع نہیں کیا۔ بہر حال آپ سے وعدہ ہے، ضرور پورا کروں گا۔ (۲۰) میری صحت بدستور ہے مگر دفتر جاتا اور پڑھتا لکھتا رہتا ہوں اس لیے تشویش کی کوئی بات

نہیں۔ گھر میں سب سے میری دعا کہ دیجئے۔

مخلص

احمد ندیم قاسمی

(۸)

مجلس ترقی ادب

کلب روڈ لاہور

مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۹۳ء

عزیزی راشد صاحب! سلام مسنون

آپ کا خط ملا تھا۔ میں ان دنوں ''فنون'' کے حوالے سے ''دفتر بہ دوش'' رہا۔ ایک دفتر سے دوسرے میں اور دوسرے دفتر سے تیسرے میں منتقل ہوتا پھرا(۲۱) اور آپ کو اندازہ ہوگا کہ جب دفتر بدلا جاتا ہے تو کیا کیا کوڑا کباڑ منتقل کرنا پڑتا ہے۔ اب ایک چھوٹا سا دفتر میسر آیا ہے (45/A) مزنگ روڈ لاہور) امید ہے یہ مستقل رہے گا۔

میں آپ کے والد گرامی کے بارے میں اپنے تاثرات یقیناً قلمبند کروں گا۔ چند روز میں جدہ جا رہا ہوں۔ وہاں مشاعرہ ہے مگر ساتھ ہی عمرہ اور زیارتِ روضۂ رسولؐ کا لالچ بھی ہے، پھر بحرین جاؤں گا۔ جنوری کے دوسرے ہفتے میں واپسی ہوگی۔ اور جنوری کے آخر تک اپنے تاثرات بھجوا دوں گا۔ انشاء اللہ روحی کنجاہی کا اصل نام ''امر الٰہی'' ہے (۲۲) شاید آپ نے یہی پوچھا تھا۔ منصورہ بیٹی آپ کی بہت ممنون ہے۔ سلام کہتی ہے اور معذرت خواہ ہے کہ اس کی امی ایک عرصے سے بہت علیل ہیں اور اس کا بیشتر وقت ان کی تیمارداری میں گزر جاتا ہے اس لیے خط کا جواب نہیں دے سکی۔ دعا کے ساتھ

مخلص

احمد ندیم قاسمی

(۹)

لاہور

۲۱فروری ۱۹۹۴ء

عزیز مکرم!

وعدہ بہت دیر سے پورا کر رہا ہوں مگر یہی اطمینان بہت ہے کہ پورا تو کر رہا ہوں (۲۳) میرے یہ مختصر تاثرات قبول کیجئے اور مجھے اس کی رسید اور اپنی خیریت سے مطلع کیجئے۔ دعا کے ساتھ

خیر اندیش

احمد ندیم قاسمی

(۱۰)

۱۴فروری ۱۹۹۵ء

عزیز مکرم! سلام مسنون

میں ان دنوں تین بار اسلام آباد گیا مگر تینوں بار ایسی حالت میں تھا کہ حضرو یا اور کہیں کے سفر کے قابل نہیں تھا۔ دراصل پروین بیٹی کی رحلت نے دکھی کر دیا ہے (۲۴) اور میں اسلام آباد میں گیا بھی اسی سلسلے میں تھا۔ حضرو آؤں گا مگر صحت پر بھروسہ ہوا تو تب۔۔۔ فی الحال ایسی کیفیت نہیں ہے۔ ''صدف'' کا شمارہ ملا۔ ترتیب عمدہ ہے مگر آپ اس معیار کا پرچہ کب تک نکال سکیں گے؟ (۲۵)

مرحوم و مغفور اسد صاحب کے بارے میں آپ نے جو کتاب ترتیب دی ہے اس کا انتظار رہے گا۔ (۲۶) ''صدف'' کے سرورق پر ان کی تصویر دیکھ کر بہت سی یادیں تازہ ہو گئیں۔

آپ کا

احمد ندیم قاسمی

(۱۱)

۱۰مئی ۱۹۹۵ء

عزیز مکرم! دعا

کتاب مجھے مل گئی تھی۔ بعد میں تبصرے کے لیے بھی کتابیں ملیں، بے حد ممنون

ہوں۔آپ نے مرحوم کی یادوں کو بڑے سلیقے سے محفوظ کرلیا ہے(۲۷)۔
بڑے بڑے لوگ رخصت ہوجاتے ہیں مگران کی اولاد ان کی یاد کو زندہ رکھنے کے لیے کچھ نہیں کرتے اور یوں وہ لوگ بھلا دیے جاتے ہیں۔آپ نے ایک لائق فرزند ہونے کا حق ادا کردیا ہے۔یہ کتاب ہماری تاریخ علم ودانش کا ایک ناگزیر حصہ بن گئی ہے۔میں بہت علیل رہا،علالت کم ہوئی تو مصروف ہوگیا۔پھر بیٹی پروین شاکر کی دردناک رحلت نے چکرا ڈالا(۲۸)۔یوں آپ کو خط لکھنے میں تاخیر ہوتی رہی۔
معذرت!''صدف'' آپ بہت خوبی سے مرتب کرتے ہیں۔عمدہ معیاری رسالہ ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ہمت اور برکت دے۔آج کل بہت کم لکھ رہا ہوں ورنہ'' صدف'' کو ضرور کچھ بھیجتا(۲۹)۔

مخلص

احمد ندیم قاسمی

(۱۲)

مجلس ترقی ادب

کلب روڈ لاہور

مورخہ ۸ مئی ۱۹۹۷ء

عزیز مکرم!

آپ کی والدہ گرامی کے انتقال کی خبر سن کر بہت دکھ ہوا(۳۰)۔ماں ویسے بھی ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔پھر وہ زمین پر خدا کی نمائندگی کے فرائض ادا کرتی ہے۔ساتھ ہی وہ آپ کے مرحوم والد محترم کی خدمت گزار بیوی تھی۔چنانچہ ان کی رحلت آپ کے لیے ہمہ جہت خلا پیدا کرگئی ہوگی۔میں اس دکھ میں آپ کا شریک ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ کو یہ دکھ برداشت کرنے کی توفیق بخشے!جملہ پسماندگان تک بھی میرے حروفِ تعزیت پہنچا دیجیے گا(۳۱)۔اللہ آپ کو برکت دے اور آپ بخیریت رہیں۔

مخلص

احمد ندیم قاسمی

(۱۳)

۷، اکتوبر ۲۰۰۱ء

عزیز مکرم۔۔۔۔۔دعا!

آپ کا خط مل گیا تھا مگر شاید آپ کو علم نہیں کہ میں گزشتہ دو برس سے مختلف امراض کے محاصرے میں ہوں۔ میں برادرِ مرحوم (۳۲) کی کتاب پر تبصرہ ضرور کرتا مگر ملتا ہوا تبصرہ لکھنا غلط لگتا ہے اور ڈوب کر لکھنے کی صلاحیتیں ایک طرح سے ختم ہو چکی ہیں۔ کیا کروں؟ کبھی اسلام آباد جانا ہوا اور وقت ہوا تو حضر و ضرور حاضر ہوں گا، انشاء اللہ! مگر یہ اب صحت پر منحصر ہے۔ میرا نام ''احمد شاہ'' ہے (۳۳)۔

میرے خاندان کے ایک بزرگ محمد قاسم تھے جن کی وجہ سے ہم لوگ گاؤں میں ''قسمال''، یعنی ''قاسم کی آل'' کہلاتے ہیں۔ میں نے اپنی طرف سے اسے ''قاسمی'' بنا لیا مگر میں تب اس امر سے بالکل بے خبر تھا کہ دار العلوم دیوبند کے سبھی فارغ التحصیل اصحاب اپنے ناموں کے ساتھ ''قاسمی'' لکھتے ہیں کہ وہ مولانا محمد قاسم نانوتوی (۳۴) کے دار العلوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں مجسمہ سازی کا مخالف نہیں ہوں (۳۵) اس دور میں انسان اتنا جاہل نہیں ہے کہ بتوں کو سجدے کرنے لگے۔ مجسمے تو مصوری کی ایک شاخ ہیں اور یہ نہایت خوب صورت فن ہے جو لوگ اس کی مذمت کرتے ہیں وہ شاید زیادہ عرصے تک نہیں ہو سکیں گے۔

دعا کے ساتھ۔

مخلص

احمد ندیم قاسمی

حوالہ جات

۱۔ راشد علی زئی کے والد گرامی کے احمد ندیم قاسمی سے گہرے مراسم تھے۔اسی لیے جب ان کے حج کا قرعہ نکلا تو وہ خود چونکہ مسجد میں معتکف تھے اس لیے انھوں نے مکتوب الیہ کو ہدایت کی کہ خط کے ذریعے جناب احمد ندیم قاسمی کو ان کے حج کے پروگرام سے آگاہ کریں۔

۲ ۔ احمد ندیم قاسمی کو حکومت پاکستان کی طرف سے ستارۂ امتیاز کا اعزاز دیا گیا تھا۔

۳ ۔ مکتوب نگار کا آبائی گاؤں ''انگہ'' ہے جو تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا میں ہے۔

۴ ۔ مکتوب الیہ کے والد گرامی ۲۱ اگست ۱۹۸۰ء کو راولپنڈی سے کراچی بذریعہ ٹرین روانہ ہوئے تھے۔مکتوب نگار لاہور ریلوے اسٹیشن پر ان سے ملاقات کا
ارادہ رکھتے تھے۔

۵۔ مکتوب الیہ کے والد گرامی کی ۲۱ ستمبر ۱۹۸۰ء بروز اتوار غار حرا کے نزدیک ''شق الصدر'' کے مقام پر ان کی خواہش و پیش گوئی کے مطابق دورانِ حج رحلت ہوئی اور وہیں جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔

۶ ۔ مکتوب الیہ نے حضرو سے شائع ہونے والے ماہنامہ ''سماج'' کے 'اسد نمبر' کے لیے مضمون کی درخواست کی تھی۔

۷۔ مکتوب الیہ کا لاہور جانا ہوا تو وہ مکتوب نگار سے ملاقات کرنے ان کے دفتر گئے مگر قاسمی صاحب موجود نہ تھے اس لیے ایک رقعہ چھوڑ کر اپنے گاؤں آ گئے۔

۸ ۔ مراد خواجہ محمد خاں اسد ہیں۔

۹ ۔ خواجہ محمد خان اسد مرحوم کا یادگار کتب خانہ یعنی ''میرا کتب خانہ'' بارے استفسار۔

۱۰۔ مکتوب الیہ کو کافی دنوں تک اپنے خط کا جواب موصول نہ ہوا تو قدرے سخت خط لکھ بھیجا۔یہ اس شکایت آمیز اور سخت خط کا پر خلوص جواب ہے۔

۱۱۔ میری لائبریری سے مراد ''میرا کتب خانہ'' ہے۔احمد ندیم قاسمی بحیثیت ناشر دستخط شدہ کتب بھجواتے تھے۔

۱۲۔ خط کا جواب دیر سے دینے کا گلہ اور مکتوب نگار کا اظہار محبت و خلوص۔

۱۳۔ راجہ غلام حسین کا تعلق قصبہ بھون ضلع چکوال سے تھا وہ مولانا محمد علی جوہر کے دوستوں میں سے تھے اور ان کے اخبار کا مریڈ کے ایک طرح سے مختار کل تھے۔انھوں نے اپنا ایک اخبار "New Era" بھی نکالا تھا مگر نوجوانی میں ہی ایک حادثہ کا شکار ہو کر راہیِ ملکِ عدم ہوئے۔

۱۴۔ مکتوب الیہ کو امروز کے دفتر میں ایسی کوئی فہرست نہ مل سکی البتہ مکتوب الیہ نے مطلوبہ اخبارات دیکھ لیے جہاں سے صرف ایک ہی مضمون مل سکا۔

۱۵۔ وہی خط کا دیر سے جواب اور مکتوب الیہ کا شکوہ اور احمد ندیم قاسمی کا پر خلوص جواب!

۱۶۔ مکتوب نگار احمد ندیم قاسمی کی تاریخ پیدائش ۲۰ نومبر ۱۹۱۶ء ہے۔ اس طرح اس وقت ان کی عمر تقریباً ۷۳ برس بنتی تھی۔

۱۷۔ منصورہ سے مراد منصورہ احمد ہیں جو مکتوب نگار کی منہ بولی بیٹی ہیں۔

۱۸۔ قاسم مکتوب نگار کے رشتہ میں بھتیجے تھے اور ایک اچھے فوٹو گرافر بھی۔ انہوں نے مکتوب نگار کی مختلف تصاویر لیں۔

۱۹۔ مکتوب الیہ سے ایک ملاقات میں قاسم نے پشاوری چپل بنوانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ مکتوب الیہ اسی لیے ان کے پاؤں کا ماپ بھجوانے کو لکھا تھا۔

۲۰۔ مکتوب الیہ کے والد گرامی کے بارے میں مکتوب نگار نے مضمون لکھنے کا وعدہ کیا تھا، اسی طرف اشارہ ہے۔

۲۱۔ مکتوب نگار کا رسالہ ''فنون'' جو ملک کے مؤقر ادبی جرائد میں شمار ہوتا تھا اس کے دفتر کے حوالے سے بات ہو رہی ہے۔

۲۲۔ روحی کنجاہی اردو ادب کے معروف شاعر ہیں۔ مکتوب الیہ نے ان کے اصل نام سے متعلق پوچھا تھا۔

۲۳۔ خواجہ محمد خان اسد کی شخصیت پر مکتوب نگار کا مضمون جو متعدد اخبارات و رسائل میں شائع ہوا۔

۲۴۔ معروف شاعرہ اور مکتوب نگار (احمد ندیم قاسمی) کی منہ بولی بیٹی پروین شاکر کی ٹریفک حادثہ کے نتیجے میں اچانک رحلت نے علم و ادب سے وابستہ ہر شخص کو دکھی کر دیا تھا۔

۲۵۔ مکتوب الیہ نے حضرو سے ایک علمی و ادبی ماہنامہ ''صدف'' کے نام سے جاری کیا تھا۔ اس کے پہلے شمارے کا ذکر ہے جس میں اشتہارات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مکتوب نگار کی تشویش اسی طرف ہے۔

۲۶۔ مکتوب الیہ کی مرتب کردہ کتاب ''خواجہ محمد جان اسد۔۔۔ احوال و آثار'' کا ذکر ہے جس کا اشتہار ''صدف'' کے آخری صفحے پر موجود تھا۔

۲۷۔ مکتوب الیہ کی مرتبہ کتاب ''خواجہ محمد خان اسد۔ احوال و آثار'' مکتوب نگار کی فرمائش پر ان کی خدمت میں بھیجی گئی تھی۔

۲۸۔ پروین شاکر کی اچانک حادثاتی موت نے مکتوب نگار کے اعصاب کو کافی متاثر کیا تھا۔

۲۹۔ مکتوب الیہ نے اپنے ادبی ماہنامہ ''صدف'' کے لیے کچھ لکھنے کی درخواست کی تھی۔

۳۰۔ مکتوب الیہ کی والدہ محترمہ ۲۴ اپریل ۱۹۹۷ء کو رحلت کر گئی تھیں۔

۳۱۔ یہ مکتوب گرامی مکتوب نگار کے حسن اخلاق کی ایک خوب صورت مثال ہے کہ وہ اپنے احباب کی کس کس طرح دلجوئی کرتے تھے۔

۳۲۔ مکتوب الیہ کی مرتبہ کتاب ''خواجہ محمد خان اسد۔۔۔ احوال و آثار'' کا ذکر ہے جس پر بھرپور تبصرہ مکتوب نگار نے ''فنون'' میں ہی شائع کیا تھا۔

۳۳۔ مکتوب نگار کا اصل نام ''احمد شاہ'' تھا۔اس حوالے سے انھوں نے اپنے معروف نام احمد قاسمی کی وضاحت تفصیل سے کر دی ہے۔

۳۴۔ دارالعلوم دیو بند (انڈیا) کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ہیں۔

۳۵۔ مکتوب نگار کا مجسمہ معروف مجسمہ ساز آذر روبی نے تراشا تھا۔اس حوالے سے مکتوب الیہ نے ان سے مجسمہ سازی کے حوالے سے ان کا نظریہ پوچھا تھا جس کا انھوں نے تفصیل سے جواب دیا تھا۔